پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

# عاشورہ محرم

## (سنی نقطۂ نظر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ o (التوبۃ۔ آیت 36)

بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا بارہ مہینے ہے جن میں چار حرمت و عزت والے ہیں۔ یہی دین قیم یعنی درست ضابطہ ہے۔

ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے ''رجب، ذی قعد، ذی الحجہ اور محرم'' حرمت والے ہیں۔ ان میں ہر طرح کا فتنہ اور فساد اور جنگ و قتال قطعاً ممنوع ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی اہل عرب ان مہینوں کا بڑا احترام کرتے تھے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے ہی سال کے چار مہینے عزت اور حرمت والے شمار ہوتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد اہل عرب پر ان مہینوں میں قتل و قتال کی ممانعت کا حکم گراں گزرنے لگا اور مسلسل تین مہینے (ذی قعد، ذی الحجہ اور محرم) ان کی حرمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قتل و غارت سے اجتناب ان کے لیے بہت مشکل تھا اس لیے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان مہینوں میں سے جس کو چاہا حلال کر دیا اور اس کی جگہ سال کے کسی دوسرے مہینے کو حرام کر دیا۔ اس طرح حرمت والے مہینوں میں وہ تقدیم و تاخیر اور ردوبدل کرتے رہتے تھے۔ اس عمل کو ''نسیئ'' کہا جاتا تھا جس کی خاطر وہ سال کے بارہ مہینوں کی تعداد تیرہ یا چودہ مہینے بنا لیتے تھے۔

حرمت والے مہینوں میں قتل و غارت کے علاوہ ''نسیئ'' کے عمل کو اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حج (جو ذی الحجہ کے مخصوص دنوں میں ادا کیا جاتا تھا) کے مہینے کو سخت سردی یا سخت گرمی سے محفوظ رکھنے کی خاطر ہمیشہ معتدل مہینے میں تبدیل کرنا تھا، اس صورت میں 33 سال کے بعد صرف ایک بار حج اپنی صحیح تاریخوں میں ادا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی عمل ''نسیئ'' سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ ......... (التوبۃ ۔آیت 37)

عمل نسیئ تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے پورے دور میں صرف 10ھ میں حج کا مہینہ اپنے اصلی وقت پر آیا ورنہ اس سے پہلے دوسرے مہینوں کا نام ذی الحجہ رکھ دیا جاتا تھا۔ ''نسیئ'' کی منسوخی کا یہ اعلان 9ھ کے حج کے موقع پر کیا گیا اور اگلے سال 10ھ کا حج

ٹھیک ان تاریخوں میں ہوا جو قمری حساب کے مطابق تھیں۔ اس کے بعد سے آج تک حج اپنی صحیح تاریخوں کے مطابق ادا کیا جارہا ہے۔

(ملاحظہ ہو صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر تحت سورۃ التوبۃ۔ باب قول "اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰه ...)

عہد نبوت اور عہد صدیقی میں کوئی ''سن'' رائج نہیں تھا مگر جب حضرت عمرؓ کے دور میں ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاترِ حکومت کے قیام سے حساب وکتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوئے تو سرکاری طور پر ایک ''سن'' رائج کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

چنانچہ اس معاملے پر مختلف تجاویز کی روشنی میں طویل غور وخوض کے بعد سب کی رائے حضرت علیؓ کی تجویز کے مطابق ہی قرار پائی کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت ، بعثت، فتح بدر، فتح مکہ، حجۃ الوداع اور وفات سے ''سن'' کے آغاز کی بجائے ہجرت کے واقعہ کو بنیاد ٹھہرا کر ''سن ہجری'' اختیار کیا جائے۔

حضرت عمرؓ کو یہ رائے پسند آئی اور انہوں نے فرمایا کہ:

''ہجرت حق اور باطل کے درمیان فارق کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اسی کو تاریخ کے لیے مبدأ مقرر کردو۔''

''سن ہجری'' کے طے ہوجانے کے بعد اب یہ بات زیر بحث آئی کہ کس مہینے سے سال کی ابتداء کی جائے تو بعض حضرات نے رجب اور بعض نے رمضان کے مہینے سے ابتداء کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عثمانؓ نے تجویز دی کہ ''سن'' کے لیے ''محرم'' سے ابتداء کرنی چاہیے کیونکہ یہ "شھر حرام" ہے اور حج سے لوگوں کی واپسی کا زمانہ ہے نیز نبی اکرم ﷺ نے اپنے سفرِ ہجرت کی تیاری بھی اسی مہینے میں شروع کردی تھی۔ چنانچہ تمام حضرات نے اس رائے کے ساتھ اتفاق کیا اور تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ عہد فاروقی میں ہجرت کے واقعہ کے سترہویں سال ''یعنی یوم الخمیس 20۔ جمادی الاولیٰ 17ھ / مطابق 12 جولائی 638ء) اسلامی مملکت میں ''سن ہجری'' کا نفاذ ہوا۔ یہی ''سن ہجری'' آج تک پورے عالم اسلام میں رائج ونافذ ہے جو نہ تو کسی انسانی برتری اور تفوق کو یاد دلاتی ہے اور نہ شوکت وعظمت کے کسی واقعہ کو بلکہ یہ واقعۂ ہجرت، مظلومی اور بے کسی کی ایک ایسی یادگار ہے کہ جو ثباتِ قدم، صبر واستقامت اور راضی برضائے الٰہی ہونے کی ایک زبردست مثال اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔

ماہِ محرم ''اشہر حرم'' میں سے ہے اور اس کے معنی ہی محترم، معظم اور مقدس کے ہیں۔ اس مہینے اور عاشوراء کی فضیلت اسلام سے بھی بہت پہلے سے ہے لیکن عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مہینے کو اس لیے فضیلت حاصل ہوئی کہ اس میں حضرت حسینؓ کی شہادت واقع ہوئی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس مہینے کی حرمت کا حضرت حسینؓ کے واقعۂ شہادت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سانحہ تو نبی اکرم ﷺ کی وفات سے پچاس سال بعد پیش آیا جب کہ دین کی تکمیل تو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں کردی گئی تھی۔ "الیوم اکملت لکم دینکم ...." اس لیے یہ تصور آیت قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔

پھر خود اسی مہینے میں اس سے بھی بڑھ کر ایک اور سانحہ شہادت اور واقعہ عظیمہ پیش آیا تھا یعنی یکم محرم کو حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کا واقعہ، جنہوں نے دیگر خدمات سرانجام دینے کی علاوہ امت مسلمہ کو رہتی دنیا تک ''سن ہجری'' (محرم تا ذی الحجہ) کا ''تحفہ'' بھی عطا فرمایا تھا۔ اگر بعد میں واقع ہونے والی شہادتوں کے ''ایام'' کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی تو حضرت عمر فاروقؓ، عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہم کی شہادتیں اس لائق تھیں کہ اہل اسلام ان کے اعتبار سے دن مناتے۔

عاشوراء سے کیا مراد ہے اور اس دن کون سی عبادت مسنون ہے؟ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

''عاشوراء'' (عاشوراء الف مقصورہ کے ساتھ اور عشوراء پہلے الف کے حذف کے ساتھ) ''عشر'' سے ماخوذ ہے اور ''عشر'' دس کو کہتے ہیں۔ بعض روایات کے مطابق نواں دن ''یوم عاشوراء'' کہلاتا ہے۔ (لسان العرب بذیل مادہ عشر)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ''عاشوراء'' معدول ہے یعنی اپنی اصل سے ہٹا ہوا ہے جو اصل میں ''عاشرۃ'' تھا۔ مبالغہ و تعظیم کے لیے اسے ''عاشوراء'' بنا دیا گیا ہے۔ ''عاشوراء'' دراصل لیلۃ عاشرۃ (دسویں رات) کی صفت ہے۔ گویا جب ''عاشوراء'' بولا جاتا ہے تو اس سے مقصود "یوم اللیلۃ العاشرۃ" یعنی دسویں رات کا دن ہوتا ہے۔

(فتح الباری باب صیام یوم عاشوراء)

یوم عاشوراء کی تعیین کے سلسلہ میں روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ عاشوراء محرم کی دسویں رات کو کہتے ہیں۔ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک اس سے مراد نویں تاریخ ہے۔ پہلی صورت میں یوم کی اضافت گذشتہ رات کی طرف ہوگی اور دوسری صورت میں یوم کی اضافت آئندہ رات کی طرف ہوگی۔ (حوالہ مذکور)

غالبًا اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے وقت فرمایا کہ یہود چونکہ دسویں محرم کو عید مناتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اس لیے تم نویں یا گیارہویں محرم کو روزہ رکھا کرو۔ اور فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو یہود کی مخالفت کرتے ہوئے نویں محرم کو روزہ رکھوں گا۔

اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے الحکم بن الاعرج کو یوم عاشوراء کے بارے میں بتایا کہ جب محرم کا چاند نظر آئے تو دن گننا شروع کر دو پھر نویں تاریخ کی صبح کو روزہ رکھو۔ الحکم نے پوچھا: کیا نبی اکرم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔

(ملاحظہ ہو: جامع ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی عاشوراء ایّ یوم ھو)

اسی باب کی دوسری روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے ہی مروی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"امر رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بصوم عاشوراء یوم العاشر"

نبی اکرم ﷺ نے عاشوراء یعنی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

ایسی ہی روایات کی بناء پر جمہور علماء نے بعض سلف کے اختلاف کے باوجود ''یوم عاشوراء'' محرم کی دسویں تاریخ کو قرار دیا ہے۔

مشہور ماہر ریاضیات ابوریحان بیرونی (م 440ھ) لکھتے ہیں کہ:

’’کہا جاتا ہے کہ عشوراء عبرانی لفظ ہے جو معرب ہوکر عاشوراء ہو گیا ہے۔ اس سے مراد یہود کے مہینہ ’’تشری‘‘ کا دسواں روز ہے جس کا روزہ ”صوم الکبّور“ کہلاتا ہے۔ اس کو عربوں کے مہینہ میں شمار کیا جانے لگا اور ان کے سب سے پہلے مہینے کا دسواں روز قرار پایا جس میں یہودیوں کے پہلے مہینے کا دسواں روز تھا۔‘‘

(بحوالہ ارکان اربعہ ص 261۔ مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی)

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

’’چنانچہ عام طور سے یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں چالیس دن روزہ رکھنا اچھا سمجھتے ہیں لیکن چالیسویں دن کا روزہ ان پر فرض ہے، جو ان کے ساتویں مہینہ (تشرین) کی دسویں تاریخ کو پڑتا ہے اور اسی لیے اس کو عاشوراء (دسواں) کہتے ہیں۔ یہی عاشوراء کا دن وہ دن تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے دس احکام عنایت ہوئے تھے، اسی لیے تورات میں اس دن کے روزہ کی نہایت تاکید آئی ہے۔ (سیرت النبیؐ جلد پنجم ص 243)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے (دوسرے سال) یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کا روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ روزہ کیسا ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہ نیک دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کا حق دار ہوں پھر آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب صیام یوم عاشوراء)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: یہودی عاشوراء کے دن کو عید سمجھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم بھی اس دن روزہ رکھو۔ (حوالہ مذکور)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو قصد کر کے کسی دن کی افضلیت سمجھتے ہوئے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ البتہ صرف عاشوراء کے دن اور ماہ رمضان (کہ انہیں فضیلۃً اور قصداً رکھتے تھے) (حوالہ مذکور)

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ’’اسلم‘‘ قبیلے کے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کردے: جس نے کچھ کھا پی لیا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے اور جس نے کچھ نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے کیونکہ آج عاشوراء کا دن ہے۔ (حوالہ مذکور)

مذکورہ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے اور یہ دن ان کے نزدیک بہت خوشی ومسرت اور عید کا دن تھا۔ لیکن ابوریحان بیرونی اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے یہود کے ’’تشری‘‘ کے مہینے کے دسویں دن جس ”صوم الکبّور“ کا ذکر کیا ہے وہ ان کے کسی بہت بڑے گناہ اور تاریخی اور قومی جرم کے کفارہ کے

طور پر رکھا گیا ہے اور اس کو غم و ماتم اور تعذیبِ نفس کا نام دیا گیا ہے۔

جیوش انسائیکلو پیڈیا میں اس کی صراحت موجود ہے کہ ان کے ہاں کچھ مقامی اور قومی روزے بھی تھے جو ملکوں اور علاقوں کے اختلاف کے ساتھ ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مدینہ منورہ کے یہودی عاشوراء کے روزے میں دوسروں سے منفرد ہوں اور اس کا دوسروں کی بنسبت زیادہ اہتمام والتزام کرتے ہوں۔

اسی لیے احادیث صحیحہ میں یہودیوں کے اس روزہ کا ذکر بکثرت آیا ہے لیکن یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کے عاشوراء کا روزہ رکھنے کی وجہ سے خود یا اہل اسلام کو اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی صریح روایت موجود ہے کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور آپ ﷺ بھی اس کا روزہ رکھتے تھے؛ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں خود بھی اس کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کے دن روزہ رکھنا چھوڑ دیا؛ جس کی خواہش ہوتی وہ اس دن کا روزہ رکھتا اور جو نہ چاہتا تو اس دن کا روزہ نہ رکھتا۔ (صحیح بخاری باب صیام یوم عاشوراء، صحیح مسلم باب صوم یوم عاشوراء)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عاشوراء کا دن زمانۂ جاہلیت میں قریش کے نزدیک بھی بڑا محترم دن تھا۔ اسی دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے۔

قیاس یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کچھ روایات اس دن کے بارے میں ان تک پہنچی ہوں گی اور آپ ﷺ کا دستور تھا کہ قریش ملت ابراہیمی کی نسبت سے جو اچھے کام کرتے تھے ان میں آپ ﷺ ان سے اتفاق اور اشتراک فرماتے تھے۔ پس اپنے اس اصول کی بناء پر حج میں بھی شرکت فرماتے اور عاشوراء کا روزہ بھی رکھتے تھے لیکن دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے یہود کو بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے دیکھا اور ان سے آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ وہ مبارک اور تاریخی دن ہے جس میں حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو اللہ پاک نے نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا؛ تو آپ ﷺ نے اس دن کے روزے کا زیادہ اہتمام فرمایا اور مسلمانوں کو عمومی حکم دیا کہ وہ بھی اس دن روزہ رکھا کریں۔

بعض احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے عاشوراء کے روزے کا ایسا تاکیدی حکم دیا جیسا حکم فرائض اور واجبات کے لیے دیا جاتا ہے۔ ان ہی احادیث کی بناء پر احناف ''صیام رمضان'' کی فرضیت سے پہلے یوم عاشوراء اور ایام بیض کے روزوں کی فرضیت کے قائل نہیں جب کہ شوافع کے نزدیک ''صیام رمضان'' سے پہلے کوئی روزہ فرض نہ تھا بلکہ عاشوراء وغیرہ کے روزے پہلے بھی سنت تھے اور اب بھی سنت ہیں۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک عاشوراء اور محرم میں روزے رکھنا مسنون عمل ہے بلکہ ایک حدیث میں نفلی روزوں میں محرم کے روزوں کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے

(ملاحظہ ہو: جامع الترمذی۔ باب ماجاء فی صوم المحرم　　　)

**(شیعہ نقطۂ نظر):**

جب کہ اہل تشیع کا نقطۂ نظر اس کے بالکل برعکس ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

اہل تشیع کے نزدیک محرم کا مہینہ منحوس ہے۔امام خمینی لکھتے ہیں کہ:

''روزہ رکھنا عاشورہ کے دن..... مکروہ ہے۔'' (توضیح المسائل ص 203)

ان حضرات کی ایک دوسری مشہور اور معتبر کتاب ''تحفۃ العوام'' میں محرم اور یوم عاشوراء کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ:

''نویں ودسویں کو روزہ نہ رکھے اس لیے کہ بنوامیہ نے ان دوروزوں میں روزہ رکھا تھا واسطے برکت اور شماتت قتل حسینؓ کے۔اور احادیث بسیار اہل بیت سے ان دونوں کے روزوں کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔حضرت امام رضا سے روایت ہے کہ جو شخص روز عاشوراء اپنی حاجاتِ دنیا کو ترک کرے اور اپنے کسی کام میں سعی نہ کرے حق تعالیٰ اس کی حاجاتِ دنیا وآخرت کو برلاوے گا۔

اور جو شخص روزِ عاشوراء کو روزِ برکت جانے گا اور کارہائے دنیا میں مشغول ہوگا اور گھر میں کچھ ذخیرہ جمع کرے گا حق تعالیٰ اس کو بروزِ قیامت یزید اور ابن زیاد اور عمرو بن سعد کے ساتھ محشور کرے گا۔

پس لازم ہے کہ تمام روز گریہ وزاری میں بسر کرے۔بدرستیکہ رونا ان حضرات پر گناہانِ کبیرہ کو مٹاتا ہے اور امام موسیٰ کاظم سے منقول ہے کہ اگر تو چاہے کہ شہیدانِ کربلا کے ثواب میں شریک ہو تو جس وقت مصیبت امام حسینؓ کی تجھ کو یاد آوے گریہ کر اور کہہ ''یالیتنی کنت معهم فافوز فوزاً عظیما۔'' حاصل معنی اس کے یہ ہیں کہ اے کاش ہوتا میں بروز عاشوراء شہیدانِ کربلا کے ہمراہ اور میں بھی شہید ہوکر دستگاری حاصل کرتا۔

واضح ہو کہ روزِ عاشوراء روزِ کمال حزن وملال ہے اور نحس ترین ایام ہے۔ہمارے مخالفین نے فضائل روزِ عاشوراء اور صومِ روز عاشوراء کے متعلق جو حدیثیں لکھی ہیں اور فضیلتیں قرار دی ہیں سب بناء برتحریرا کابر علمائے اہل سنت غلط اور موضوع ہیں۔لہٰذا صبح عاشوراء ہوجائے تو بے آب و دانہ رہے نہ کچھ کھائے نہ پیے۔آخر روز بعد عصر پانی سے افطار کرے کہ اس وقت لڑائی موقوف ہوئی ہے حضرت سے اور متعلقین خانہ کو حکم کرے کہ مصیبت برپا کریں۔اس طرح روئیں جیسے ماں اپنے بچے کے لیے روتی ہے کہ یہ مصیبت اعظم ترین مصائب سے ہے۔جب ایسا کرے تو لکھا جائے گا اس کے لیے ثواب ہزار ہزار حج اور ہزار ہزار عمرہ اور ہزار ہزار جہاد کا کہ سب آنحضرت کے ساتھ بجالایا ہو۔

اور فرمایا کہ بند جامہ کو کھول دے اور آستین کو کہنی تک الٹ دے بطورِ مصیبت زدگان اور طرف صحرا یا بام خانہ کے جائے اور باخضوع وخشوع اور باچشم گریان اول روز قبل دوپہر یہ اعمال بجالاوے۔پھر منہ کرے روضہ منورہ یعنی قبر مبارک شہید کربلا کے اور خاطر میں لاوے معرکہ کربلا اور شہادت امام مظلوم کو انگلی سے اشارہ کرے اور نیت کرے کہ زیارت پڑھتا ہوں میں جناب امام حسینؓ کی روزِ عاشورائے سنت قربةً الی اللّٰہ۔ پھر کہے: ( آگے زیارت کی طویل

دعا درج ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں)

"اللّٰھم انّ ھٰذا یوم تبرکت به بنوامیّة وابن آکلة الاکباد اللعین ابن اللعین علٰی لسانك ولسان نبیك ....اللّٰھم العن اباسفیان ومعاویة بن ابی سفیان ویزیدبن معاویة وآل مروان علیھم اللعنة ابدالابدین

پس دو رکعت نماز زیارت پڑھے۔ نماز کے بعد احتیاطاً دوبارہ یہی زیارت پڑھے تو بہتر ہے۔ بعد اس کے سو(100) مرتبہ کہے:

اللّٰھم العن اول ظالم ظلم حق محمّد وآل محمّد وآخرتابع له علٰی ذٰلك ۔

پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ کہے:

اللّٰھم خصّ انت اول ظالم باللعن منّی وابدأ به اوّلا ثم الثانی ثم الثالث ثم الرابع اللّٰھم العن یزیدبن معاویة خامساً۔　　　(تحفۃ العوام ص172،176)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں کہ:

''عاشوراء'' دس محرم 61ھ کا نام ہے۔ اس روز حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھی کربلا میں شہید ہوئے۔ اس غم انگیز یاد میں دو محرم (روزِ ورودِ امام در کربلا) سے علامات غم کا اظہار خاص اہمیت اختیار کر لیتا ہے.....

61ھ کا عاشور گزر گیا اس کے بعد ہر سال یہ دن آتا ہے اور امام حسینؓ کے دوست دار اس دن کی یاد میں منفرد سوگواری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہر گھر میں یکم محرم سے ماتم و مجلس، ذکرِ شہادت اور بیانِ مصائب ہوتا ہے۔ شبِ عاشور شب بیداری ہوتی ہے۔ مرد و زن، چھوٹے بڑے، گریہ و بکا، سینہ زنی اور نوحہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر درود و سلام اور قاتلوں پر نفرین کی تسبیحیں پڑھتے ہیں۔ نماز ادا کرتے اور خاص مروی دعائیں پڑھتے ہیں۔

صبح کے وقت سر و پا برہنہ گھروں سے نکلتے ہیں۔ سر کھلے، بالوں پر کاک پڑی، سیاہ کپڑے پہنے، گریبان کا تکملہ کھلا، آستین الٹے، پائینچے چڑھائے، دامن گردانے میدانوں یا کربلاؤں میں جاتے ہیں۔ راستے میں کوئی ملتا ہے تو ایک دوسرے سے کہتا ہے:

"اعظم اللّٰه اجورنا بمصابنا بالحسین علیه السلام وجعلنا وایّاکم من الطالبین بثاره مع ولیّه الامام المهدی من آل محمد علیهم السلام"

اللہ ہمیں اور تمہیں امام حسینؓ کی مصیبت میں غم زدہ ہونے پر زیادہ سے زیادہ اجر دے اور ہم کو اور تمہیں امام مہدی آخر الزمان کے ساتھ امام حسینؓ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کی توفیق دے.... عاشور کے دن خرید و فروخت، کاروبار، میل ملاقات، دنیوی باتیں نہیں کرتے۔ عصر کے بعد ایک زیارت پڑھتے ہیں جس میں رسول اللہ اور جناب فاطمۃ الزہراء، حضرت علی المرتضیٰ اور دوسرے ائمہ سے خطاب کر کے ایک معین و مروی دعا (زیارت) کے ذریعے مصائب اور عاشوراء

اورواقعہ شہادت کبریٰ پرتعزیت ادا کرتے ہیں اور مصیبت زدوں کی طرح بہت کم کھانا کھاتے ہیں۔شام کے وقت مغربین کے بعد پُرسے کی مجلسیں ہوتی ہیں اور پھر گریہ وبکا کیا جاتا ہے۔برصغیر میں اس رات کو”شام غریباں“ کہا جاتا ہے اور اس وقت کی مجلس کا خاص اہتمام یہ ہوتا ہے کہ عزاخانے میں فرش کے بغیر زمین پر لوگ یوں بیٹھتے ہیں جیسے جنازے کو دفن کر کے آئے ہوں۔سب اشک بار ہوتے ہیں۔ایک واعظ یا ذاکر منبر پر بیٹھ کر اس وقت کے حالات کربلا بیان کرتا ہے۔عزاخانے میں شمع اور روشنی گُل کر دی جاتی ہے کہ اس طرح کربلا والے بے سروسامان تھے۔ان مجلسوں میں غضب کا گریہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد مراسم عاشورانجام پاتے ہیں۔شیعہ عاشور کو یوم غم مانتے ہیں۔ائمہ کرام کے احکام کی روشنی میں اس دن روزہ نہیں رکھتے۔نئے لباس، آرائش وزیبائش نہیں کرتے اوراحادیث ائمہ کرام کے مطابق صبح سے عصر تک بیادِ حضرت سیدالشہداءترکِ آب وغذا کرتے ہیں۔امام محمد باقرؓ نے فرمایا ہے:

رمضان کے روزوں کے بعدرسول اللہ نے عاشور کا روزہ نہیں رکھا۔عاشور کے دن شیعہ گھروں میں مکمل سوگ ہوتا ہے اور باہر تعزیہ،علَم اور ذوالجناح کے جلوس نکلتے ہیں۔جلوس کے ساتھ سینہ زنی،نوحہ خوانی اورغم انگیز مظاہرے ہوتے ہیں۔

تاریخ نے سب سے پہلا بڑا جلوس اور سرکاری طور پر منایا جانے والا یوم غم 352ھ میں لکھا ہے۔اس سال معزالدولہ نے حکم کے ذریعے بغداد کے بازار بند کرا دیے اور جلوس ماتم بغداد سے گزرا۔اس کے بعد سے اختلاف واتفاق کے ساتھ یہ جلوس عام ہوتے گئے اور پاکستان وہندوستان کے تمام شہروں میں بھی جہاں عزادارانِ اہل بیت موجود ہیں یہ(یعنی عاشورہ کا) دن جلوسوں کا دن ہے۔(اردودائرہ معارف اسلامیہ جلد 12 ص 672،676)

زیرنظر مضمون میں ہی پیچھے یہ گزر چکا ہے کہ یہودیوں کے ہاں ایک عاشوراء یوم عید کی طرح منایا جاتا تھا اور اس میں وہ روزہ بھی رکھتے تھے جس سے بعض حضرات کو یہ اشکال پیدا ہوا کہ عیداورروزہ کا جوڑ بعیدازفہم ہے لیکن اگرغورکیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس خیال کی بنیاد صرف یہ ہے کہ ہم عیسائیوں اور یہودیوں کے روزہ کو اسلامی روزہ پر قیاس کرنے لگتے ہیں۔

”جیوش انسائیکلوپیڈیا“ میں ساتویں مہینہ کے اوائل کے متعلق وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ روزہ اور عید کا دن ہے۔جب کہ دوسرا عاشوراء جوان کے مذہبی مہینہ”تشری“ کا دسواں روز ہے جس کو”یوم کبور“ کہا جاتا ہے یعنی کفارہ کا روزہ جو یہودیوں میں بہت مشہور ومعروف ہے۔یہ ان کی شریعت اور مذہبی کتابوں میں اسی صیغہ یعنی "Yom Kippur" کے ساتھ مذکور ہے اور اس کو انگریزی میں "Day of atonement" (کفارہ کا دن) کہتے ہیں۔یہ ان کے کسی بہت بڑے گناہ اور کسی تاریخی اور قومی جرم (غالبًا یہ جرم گوسالہ پرستی ہے) کے کفارہ کے طور پر رکھا گیا ہے اور اس کو غم اور ماتم وتعذیبِ نفس کا دن کہا گیا ہے۔یہودیوں کی مذہبی کتاب ”سفرالاحبار“ میں کفارہ کے دن کا ذکر (جو ساتویں مہینہ تشری کا دسواں روز ہے) اس طرح ملتا ہے:

”اور یہ تمہارے لیے ایک دائمی قانون ہو کہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو تم اپنی جان کو دکھ دینا اور اس دن کوئی

خواہ دیسی ہو یا پردیسی جو تمہارے بیچ بودوباش رکھتا ہو کسی طرح کا کام نہ کرے کیونکہ اس روز تمہارے واسطے تم کو پاک کرنے کے لیے کفارہ دیا جائے گا سو تم اپنے گناہوں سے خداوند کے حضور پاک ٹھہرو گے۔'' (احبار۔باب 16 آیات 29-31)

دوسری جگہ آتا ہے ''اور خداوند نے موسیٰ سے کہا اسی ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو کفارہ کا دن ہے۔اسی روز تمہارا مقدس مجمع ہو اور اپنی جانوں کو دکھ دینا اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گزارنا۔تم اس دن کسی طرح کا کام نہ کرنا کیونکہ وہ کفارہ کا دن ہے جس میں تمہارے خدا کے حضور تمہارے لیے کفارہ دیا جائے گا۔'' (کتاب مقدس۔پرانا اور نیا عہد نامہ)

گنتی میں ایک جگہ آیا ہے: ''پھر اسی ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو تمہارا مقدس مجمع ہو تم اپنی اپنی جان کو دکھ دینا اور کسی طرح کا کام نہ کرنا۔ (گنتی۔باب 29۔بحوالہ ارکان اربعہ ص 265)

اس کے برخلاف احادیث صحیحہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ عاشوراء کا دن جس میں مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم ہے، یہود کے نزدیک بہت خوشی ومسرت اور عید کا دن تھا۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ کفارہ کا دن ہے اگر یہ مان لیا جائے تو یہ دن حزن وملال، غم وماتم اور عقوبت وتعزیر کا دن ہونا چاہیے۔

یہودیوں کا عاشوراء کے متعلق یہ قول کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دی خود اس سلسلہ میں ایک میزان قرار دیا جا سکتا ہے۔اس دن کا نام تورات میں متعدد مقامات پر صراحت کے ساتھ ''ابیب'' آیا ہے جس کو بعد میں ''نیسان'' کہا جانے لگا۔

بستانی کہتے ہیں کہ اسرائیلیوں کے موجودہ مہینے اس طرح ہیں کہ ان کے سال کا پہلا مہینہ تشری ہے اور اس لحاظ سے ''ابیب'' کا مہینہ سال کا ساتواں مہینہ قرار پاتا ہے۔

بہر حال عاشوراء محرم کی فضیلت واہمیت کا حضرت حسینؓ کی شہادت کا ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔اس میں مسنون عمل صرف روزہ رکھنا ہے اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت سے بچنے کے لیے ایک دن قبل یا بعد کا روزہ ملا لینا ضروری ہے۔جب کہ مولانا محمد منظور نعمانی کی تحقیق کے مطابق آج کل یہود ونصاریٰ عاشوراء کا روزہ ہی نہیں رکھتے بلکہ ان کا کوئی بھی کام قمری مہینوں کے حساب سے نہیں ہوتا۔اس لیے اب کسی اشتراک اور تشابہ کا سوال ہی نہیں رہا لہٰذا فی زماننا رفع تشابع کے لیے نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھنے کی ضرورت نہ ہونی چاہیے۔ (معارف الحدیث جلد 4 ص 171)

اہل تشیع نے عاشوراء محرم کو یہودیوں کی پیروی میں حزن وملال، غم وماتم اور عقوبت وتعزیر کا دن قرار دیا ہے۔ یہودیوں کا قومی جرم گوسالہ پرستی تھا اور شیعہ کا قومی جرم قتل حسینؓ اور اس میں ''اعانت'' ہے۔ ''كذلك قال الذين من قبلهم مثل قولهم ط تشابهت قلوبهم ط قد بيّنا الاٰيٰت لقوم يوقنون'' (البقرۃ 118)

اسی طرح ایسی ہی بات ان کے اگلوں نے بھی کہی تھی، اُن کے اور اِن کے دل یکساں ہو گئے، ہم نے تو یقین والوں کے لیے نشانیاں بیان کر دیں۔